قصیدہ: درحالِ ورود فخر الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمقامِ غدیر خم و وصی و جانشین نمودن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

علامہ سید کلب احمد مانی جائسی

آنکھوں میں ہوں میں اشکِ تمنا لئے ہوئے
سامانِ صد تلاطمِ دریا لئے ہوئے

یہ آرزو کا ایک کرشمہ ہے ورنہ میں
کیا کچھ نہیں بہ فیض تمنا لئے ہوئے

پہلو میں ہے دلِ ہمہ غم اور دل میں عشق
یعنی کہ درد خود ہے مداوا لئے ہوئے

نظارۂ جمال کا رکھتا ہوں حوصلہ
رنگِ سوال حضرت موسیٰ لئے ہوئے

حاضر بہ انتظار تجلی برق حُسن
بہر نثار ہوش کا ہدیا لئے ہوئے

باطل سہی مگر بہ تقاضائے فرطِ عشق
دفتر ہوں بے شمار گِلوں کا لئے ہوئے

پہنائے دشتِ شوق میں ہوں صرفِ رہ روی
عشقِ جنوں فزا کا سہارا لئے ہوئے

تسکیں خیال راحتِ منزل سے ہے کبھی
سرگشتگی کا ہوں کبھی خطرا لئے ہوئے

باوصف شدتِ الم صبر آزما
ہوں تابِ ضبط حوصلہ فرسا لئے ہوئے

میدانِ امتحاں میں ہوں ذوقِ بلا کے ساتھ
توفیق کربلائے معلیٰ لئے ہوئے

فیضانِ آرزو سے تصور میں ہے وہ زور
ذرّے کو دیکھتا ہوں میں صحرا لئے ہوئے

پیش نظر ہے دشت میں پیغمبر بہار
فرماں شگفتِ لالۂ وگل کا لئے ہوئے

منظر ہے اک مشابہ دشتِ غدیر خم
دامن میں آسمان کا جلوا لئے ہوئے

انجم کی طرح جمع ہیں حجّاج گرد و پیش
منبر ہے مہر و مہ کا اُجالا لئے ہوئے

اللہ رے شان منبر خمّ غدیر کی
ہے مرسَل ووصی کو سراپا لئے ہوئے

ہے پاس ذوقِ بادہ گسارانِ عشق بھی
مَیخانہ بھی ہے وسعتِ صحرا لئے ہوئے

جبریل لائے ہیں مَیِ بلّغ جو عرش سے
وہ ظرفِ دل میں ہیں شہ والا لئے ہوئے

کھلنے ہی کو ہے پیرِ مغاں کا درِ عطا
مَے خوار بھی ہیں جام تمنا لئے ہوئے

مے خانۂ غدیر میں پینا ثواب ہے
اس مسئلے میں رند ہیں فتویٰ لئے ہوئے

رندانِ خُم سے اب ہیں مخاطب رسولؐ رب
تبلیغ وحی حق کا ارادا لئے ہوئے

روحِ کلامِ مرسلِ اعظمؐ خدا کا حکم
حُسنِ بیاں الست کا لہجا لئے ہوئے

تم سے تمہارے واسطے اولیٰ نہیں ہوں میں
بولے نبیؐ نوید تولاّ لئے ہوئے

مجمع ہے اولویتِ حضرت کا معترف
تبعیتِ رسول کا جذبا لئے ہوئے

منبر پہ مرتضیٰ بھی پیمبرؐ کے پاس ہیں
دو صاعقے ہیں وادیِ سینا لئے ہوئے

تاباں ہے نورِ متحدِ احمدؐ و علیؑ
اپنی حدوں میں عرشِ معلّٰی لئے ہوئے

حیدرؑ کے بازووں کو ہیں تھامے ہوئے نبیؐ
سب ہیں سرور دیدِ علیؑ کا لئے ہوئے

فرماتے ہیں علیؑ بھی ہیں مولا اسی طرح
جس طرح میں ہوں منصبِ مولا لئے ہوئے

اِن کا عدو ہے میرا عدو اور جو دوست ہے
وہ میری دوستی کا ہے جنبا لئے ہوئے

اب ارضِ خم ہے اور ملک وجن وانس ہیں
سب عرضِ تہنیت کی تمنا لئے ہوئے

کامل ہوا ہے دین بھی نعمت بھی ہے تمام
آئے امینِ وحی یہ مژدا لئے ہوئے

ماتیؔ بھی ہے بہ ہدیۂ ناچیز تہنیت
الطافِ خسروی کا بھروسا لئے ہوئے

قطعۂ تاریخ انہدام مسجد میر باقی اصفہانی اودھیا معروف بہ بابری مسجد

(یکشنبہ ۱۰ر جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ مطابق ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء)

م۔ر۔عابد

باغباں نے ہی چمن کو نذرآتش کردیا
ذرہ ذرہ ہند کا جو ششدر وحیراں ہوا

بابری مسجد جو باقی کی تھی باقی یادگار
ہوگئی مسمار ذہن خسروی نازاں ہوا

اک پرانی اور تاریخی عمارت ختم کی
اک نئی تاریخ لکھنے کا یہ کیا ساماں ہوا

اپنی کہتے تھے روایت خود روا داری کو آپ
دھجیاں اپنی اڑانا کس قدر آساں ہوا

ظلم و طاقت مل گئے تو بربریت ہوگئی
ملک کا قانون کیسا بے حس وبے جاں ہوا

عدل پر یہ ضرب کاری کارسیوا کی پڑی
طعنہ زن آئین پر نظم ستم عنواں ہوا

رام کی خاموش مورت سے بھی نہ دیکھا گیا
وہ جو دھبہ صفحہ تاریخ پر چسپاں ہوا

عالم انسانیت کا سر جھکا ہے شرم سے
اور وہ فرقہ پرستی کا جنوں رقصاں ہوا

وہ جنوں جو آگہی کی محنتوں کا ہے ثمر
وہ جنوں جس کا سیاست پر بڑا احساں ہوا

خواہش تاریخ بھی نقل حقیقت بھی یہ ہے
بابری مسجد جو ڈھا دی ظلم بے پایاں ہوا

۳　۱　۴　۱　ھ